OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

رقص کی شرعی حیثیت:فقہاء کے افکار کا مطالعہ
Shariah Rulings about Dance: A Study of Juristic Approaches

Dr. Khawar Mansoor
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot
Dr. Naseem Mahmood
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot
Dr. Abdul Aleem
Assistant Professor, Department of Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Abstract
Dance relates to “Fine Arts", a branch of contemporary Sciences and is considered to be favorite type of arts amongst moderate mentality all over the world. However, in Islam, dance is not considered a positive thing for humanity, as its results are undesirable, especially the “women’s dance” before the “men” which is considered to be the worst kind of dance. The eventual result of this kind of dance is often vulgarity, nakedness and other unfavorable things prohibited in Islam. Most of the Jurists of each school of thought are of the opinion that dance is prohibited act (haram) in Islam and orthodox ulamas of every age remark it as a vital sin. This research paper is a critical study of different approaches of Muslim scholars. Some opposing thoughts like Imam Ibn-e-Jozi and Ibn-e-Taymia, some favoring views like opinion of Ghazali and some opinions keeping in

CC BY

view the circumstances, motives and situations for prohibiting, allowing or considering it the natural act, have been discussed in detail to find the Islamic approach about this act which is considered to be the mean of entertainment, spiritual progress or just wastage of the sources and time amongst the different classes of the society. This research paper is a study to analyze that which kind of dance is prohibited in Islam and which types is allowed or is not considered to be a sin Islam.

Key Words: Purification, Selfish Desire, Belief, Judgment, Worships, Constructive, Sharia Order

تمہید

رقص یر قص ضرب مصدر سے عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی خبب ہے[1] جس کا مطلب مراد گھوڑے کا پویہ دوڑنا ہے یعنی داہنے ہاتھ اور داہنے پاؤں کو اسی طرح بائیں ہاتھ اور پاؤں کو اکٹھا اٹھانا ہے[2] اس کا یہی معنی علامہ زیدی نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

أَنْ يَنْقُلَ الفَرَسُ أَيَامِنَهُ جَمِيعاً وأَيَاسِرَه جَمِيعاً[3]

"یہ کہ گھوڑا اپنی دائیں ٹانگوں کو یا بائیں ٹانگوں کو اکٹھا اٹھا کر چلے"

اس سے واضح ہوا کہ رقص سے اصل لغت میں مراد گھوڑے کی خاص چال ہے جو وہ مست ہو کر چلتا ہے۔ اور عام چلنے یا دوڑنے سے ہٹ کر مخصوص انداز سے اپنے پاؤں اٹھاتا ہے۔ اس سے انسانوں کی خاص انداز میں چال یا ہاتھ پاؤں کی ایسی حرکات کو رقص کہا جاتا ہے جس میں ایک ربط وضبط پایا جائے۔ اسی میں اچھل کود آجائے گا اسی طرح جانور کا اچھل اچھل کر چلنا اور ٹانگوں کو تیزی سے حرکت دینا سب رقص میں ہی شمار ہو گا کیونکہ علامہ ہروی نے کھیل کود اور شراب کے جوش مارنے کو رقص کے معنی میں ہی لیا ہے[4]۔ عربی زبان میں انہی معنوں میں ایک لفظ "حَنْجَل" بھی مستعمل ہے جس کا مطلب جست کرنا، اچھلنا اور ناچ کرنا ہے۔ گھوڑے کی اچھل کود کو "تَحَنْجَل" کہتے ہیں[5]۔ رقص، عربی، فارسی اور اردو میں بکثرت استعمال ہونے والا لفظ ہے ۔ اسے مختلف اشیاء کی حرکات، اچھل کود، گھومنے اور چکر لگانے کی کیفیات کیلئے بولا جاتا ہے۔ فارسی میں "رقص ایاغ" پیالے یا شراب کی گردش کو "رقص بازی "رقص کرنے کو "رقص بسمل" ذبح شدہ جانور کے تڑپنے پھڑکنے کو "رقصِ شرر" چنگاریوں کے بھڑکنے کو اور: رقصِ طاؤس: مور کے ناچنے کو کہتے ہیں[6]۔ اسی طرح رقص اور ناچ کا ہم معنیٰ انگریزی لفظ "Dance" ہے جسے روز مرہ گفتگو، تحریروں اور محاوروں میں بکثرت قریب قریب انہیں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس کا ترجمہ ناچ، مجرا اور نرت کیا گیا ہے[7]۔ اس لغوی بحث کے بعد اب "رقص" کی باقائدہ فنی اور تکنیکی تعریفیں کرتے ہیں اردو لغت نامی کتاب میں اس کی (کسی حد تک) فنی و تکنیکی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: "رقص اصول نغمہ یا فطری امنگ اور جوش و مسرت سے تھرکنے اور ناچنے کے عمل یا کیفیت کو کہا جاتا ہے"[8]۔ فیروز سنز لمیٹڈ کے اردو انسائکلوپیڈیا میں "رقص" کی تعریف اس تعریف سے بہتر

کی گئی ہے۔ "ساز کی تال، گت کے ساتھ انسانی جسمانی حرکات جو فنی، تفریحی اور کثرت کا نتیجہ ہوں"[9]۔ آخر میں مشہور مسلم فلاسفر امام غزالیؒ کی رقص کے بارے میں تعریف بیان کی جاتی ہے جو بہت کافی اور جامع ہے۔ کہتے ہیں: "راگ سے دل پر ایک حالت طاری ہوتی ہے جسے وجد کہتے ہیں اور وجد کے سبب کو حرکت ہوتی ہے۔ اگر یہ غیر موزوں ہو تو اسے "اضطراب" کہتے ہیں اگر موزوں ہو تو "تال اور ناچ" نام ہوتا ہے"[10]۔

مندرجہ بالا تعریفوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مختلف اجسام کی اچھل کود رقص کے وسیع تناظر اور مفہوم میں داخل ہے۔ لیکن فنی و تکنیکی اعتبار سے جسم کی باضابطہ اور ہم آہنگ حرکات و سکنات کو رقص کہا جاتا ہے۔ رقص کا موسیقی سے بہت گہرا تعلق ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ رقص موسیقی کے بغیر صحیح معنوں میں انجام پذیر ہی نہیں ہو سکتا۔ لہذا رقص کی شرعی حیثیت کو سمجھنے کیلئے موسیقی کی شرعی حیثیت کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

رقص کی شرعی حیثیت کو سمجھنے کیلئے قرآن و سنت، فقہاء کی آراء اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر معروف محققین اسلام کی آراء کو بھی جاننا چاہیئے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ تاریخ اسلام کے کچھ معروف علماء جمہور علماء کے برعکس رقص کو شرعاً مباح سمجھتے ہیں، البتہ وہ اس کے کچھ منفی پہلوؤں کے پیش نظر کچھ اقسام رقص کو حرام بھی جانتے ہیں۔ اس لیے مقالہ ہذا میں فقہاء کرام کے عمومی تصورِ رقص اسے حرام جاننے والے چند معتبر علمائے اسلام کے نظریے اور اس کے حامی علماء کی بھی آراء پیش کی گئی ہیں۔

فقہاء کی عمومی رائے

فقہائے اسلام نے رقص کے بارے میں بہت سخت موقف اختیار کیا ہے حتیٰ کہ اسے کفر و فسق سے تعبیر کیا ہے فقہاء نے یہ تک کہا ہے کہ "رقص جسے تصوف سے منسوب بعض لوگ انجام دیتے ہیں ایسی جسمانی حرکات و سکنات اور اتار چڑھاؤ ہیں جو حرکات موزونیہ کا نتیجہ ہوں۔ علامہ شامی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ قرطبی کے حوالے سے بزازیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ اس غناء، آلات موسیقی کی ضربوں اور رقص کی حرمت پر ائمہ کا اجماع ہے۔" شیخ الاسلام علامہ کرمانی کا اس حوالے سے فتویٰ ہے کہ اس رقص کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔ شرع وھبانیہ میں یہی کہا گیا ہے۔ البتہ نورالعین میں نقل کیا گیا ہے کہ ایسا شخص فاسق ہے کافر نہیں[11]۔ درمختار کی شرح میں رقص کی شرعی حیثیت پر اس قرآنی آیت: وَ لَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا[12] "اور زمین میں اترا کر مت سے استدلال کرتے ہوئے خرم علی لکھتے ہیں: "اس میں اسی جگہ یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ یہ آیت رقص کی حرمت کو واضح کرتی ہے اور رقص کے خلاف "نص" کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس آیت میں فخر اور اتراؤ سے چلنے پر منع کیا گیا ہے۔ اور رقص میں انتہائی تفخر اور اتراؤ ہے۔ لہذا یہ حرام ہے نیز اسے سامری کے لوگوں نے ایجاد کیا جو گوسالہ پرست تھے۔ سامری نے سونے کے زیورات سے گوسالہ بنایا جس کی یہودیوں نے پوجا کی اور اس کے سامنے رقص و تواجد کیا۔ لہذا یہ کافر گوسالہ پرستوں کا طریقہ قرار پاتا ہے"[13]

فقہائے اسلام ناچ رنگ اور لہو و لعب کی محفلوں میں شرکت کو جائز نہیں سمجھتے۔ البتہ وہ مجالس جو اصلاً لہو و لعب کے لیے نہیں ہوتیں بلکہ یہ عمل ان کا ایک ضمنی جز سمجھا جاتا ہے اس میں شرکت پر رائے دوسری ہے۔ اس بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر ان منکرات کا ظہور دستر خوان پر نہ ہو بلکہ گھر میں ہو تو کوئی حرج نہیں کہ دعوت میں شریک ہو، کھائے اور چلا جائے اگر منع کرنے پر قادر ہو تو منع کرے اور قادر نہ ہو تو صبر کرے۔ اگر امر ناحق دستر خوان پر ہو (یعنی کھانے پینے کے درمیان اور سامنے) تو

بیٹھنا واجب نہیں بلکہ ناخوش ہو کر وہاں سے نکل جائے[14]۔ لہذا جب کوئی شخص کسی دعوت میں جائے اور اس جگہ ناچ رنگ ہو تو منع کرے اگر قدرت رکھتا ہو ورنہ گنہگار ہو گا۔ اسی مقام پر فقہاء نے قرآن وحدیث کی یہ دلیل بھی پیش کی ہے: فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ[15] "یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو" اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"[16] فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اجابت دعوت اس وقت ہے کہ جب وہاں امر غیر شروع نہ ہو اور صوفیاء کے غنا (وجد و محبت) کو فقہاء مکروہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی دین میں کوئی اصل نہیں۔ قدیم فقہاء کا کہنا ہے کہ ان کے زمانے میں جو متصوفہ ایسا کرتے ہیں وہ حرام ہے۔ اسی طرح ایسی محفلوں کا قصد کرنا اور ان میں بیٹھنا بھی حرام ہے۔ پچھلے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے۔ اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعر سنا تو اس سے غناء کی اباحت ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ حکمت و وعظ پر مشتمل اشعار کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور جہاں تک آنحضور ﷺ کے تواجد والی حدیث ہے تو وہ صحیح نہیں۔ سری سقطی کہتے ہیں کہ وجد کی صحیح شرط یہ ہے کہ معاملہ اس حد کو پہنچ جائے کہ اگر چہرے پر تلوار کی ضرب پڑے تو اس کو کچھ خبر نہ ہو[17]۔ تاتار خانیہ میں ہے کہ اگر سماع قرآن اور مواعظ کا ہو تو یہ جائز ہے اور اگر گانے بجانے کا ہو تو علماء کے اجماع کے مطابق یہ حرام ہے اور صوفیاء کے وجد و سماع کی اباحت کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ لہو کے طور پر حلال نہیں بلکہ تقویٰ کے طور پر ہے۔ اس کی ضرورت ایسے ہی ہے جیسے مریض کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی چھ شرائط ہیں۔

1۔ یہ کہ وہاں امرد نہ ہو۔

2۔ اپنے جیسے لوگوں کا ہی اجتماع ہو۔

3۔ نیت خالص ہو (کسی معاوضہ اور کھانے پینے کی نیت نہ ہو)۔

4۔ اجتماع کھانے اور دعوت کیلئے نہ ہو۔

5۔ کوئی (حال رقص کیلئے) کھڑا نہ ہو، مگر مغلوب لوگ۔

6۔ حال اور وجد کو ظاہر نہ کریں مگر صادقین[18]۔

فتاویٰ ھندیہ میں رقص و سرود کی قباحت کو بہت سخت الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اور اسے بالاجماع حرام بتایا گیا ہے۔ یہ وہ امر ہیں جن میں مشغولیت کے باعث نماز تک فوت ہو جایا کرتی ہے مگر انسان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ انہی میں کھویا رہتا ہے۔ اس بات کو یوں سمجھایا گیا ہے کہ وہ شخص جو کسی غزوے میں گیا اور اس کی کوئی نماز فوت ہو گئی تو اس نے سات سو کبیرہ گناہوں جیسا فعل کیا جیسا کہ شیخ رازی نے کہا تو پھر تمہارا کیا گمان ہے اس شخص کے بارے میں جس کی نماز شیطان کی صحبت کے باعث فوت ہو گئی حالانکہ وہ سفر میں نہیں بلکہ حضر میں تھا اور دف اور مزمار سننے اور کھیل اور رقص دیکھنے کے لیے کسی محفل میں چلا گیا اور صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے کہ لوگوں کیلئے گانے والے کی شہادت قابل قبول نہیں کیوں کہ وہ انہیں کبیرہ گناہوں پر اکٹھا کرتا ہے اور قرطبی میں ہے کہ یہ گانا اور سازوں کا بجانا اور رقص کرنا حضرات مالکؒ ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک بالاجماع حرام ہے اور بزرگوں کی ایک کثیر تعداد نے اسے واضح طور پر حرام قرار دیا ہے اور بعض کے نزدیک اسے حلال کرنے والا کافر (ناشکرا) ہے اور بعض تو اس کے خلاف اس سے بھی زیادہ سخت رائے رکھتے ہیں[19]۔ عہد حاضر میں سنیما اور اسٹیج، رقص اور موسیقی کے اہم ترین مراکز ہیں اور اب سنیما ہی کی ایک چھوٹی صورت ٹیلی وژن اور کمپیوٹر وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ علمائے ہند

تھیٹر اور سنیما کی مخالفت جس سبب سے کرتے چلے آئے ہیں وہ ان میں رقص و موسیقی کا ہونا ہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تھیٹر اور سنیما دیکھنا ناجائز قرار دیا ہے۔ یہ کام سخت گناہ اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے اب بعض تماشوں میں عورتیں گاتی بجاتی اور رقص کرتی ہیں۔ ان کی طرف نظر کرنا حرام کا ارتکاب ہو گا اسی طرح کچھ فلموں اور ڈراموں میں شاہان اسلام کی تصاویر دکھائی جاتی ہیں اور انہیں ناچتے گاتے بھی دکھایا جاتا ہے جو گناہ ہے اس سے گریز ضروری۔

امام غزالیؒ کا نظریہ

رقص کی بابت امام غزالیؒ کا نظریہ جاننے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ ان کے عہد (پانچویں، چھٹی صدی ہجری) میں اس موضوع کی کیا اہمیت تھی۔ اس زمانے میں صوفیاء اور فقہاء کے مابین یہ بحث زوروں پر تھی، کیوں کہ بہت سے صوفیاء نے سماع و وجد کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ جس میں راگ اور ناچ دونوں کا عمل دخل تھا۔ راگ اس طرح کہ اشعار عشق و محبت کو آلات موسیقی پر گایا جانے لگا تھا اور ناچ یوں کہ صوفی حضرات کسی شعر پر بے خود ہو کر ناچنے بھی لگتے تھے (اسے آج کل حال پڑنا کہتے ہیں)[20]۔ امام غزالی نے صوفیاء کے راگ اور ناچ کو اصولی طور پر درست قرار دیا تھا۔ البتہ اس کے کچھ اصول وضوابط طے کر دیے تھے۔ امام غزالی اپنی آخری عمر میں "تصوف و طریقت" کی طرف بہت زیادہ مائل ہو گئے تھے اور صوفیاء کو اس نوع کی رعایتیں دینا صحیح جانتے تھے۔ لہٰذا ان کی یہ بحث دراصل صوفیاء کے خصوصی مشاغل کی حمایت سمجھنی چاہیے۔ عام لوگوں کا ناچ گانا جو محض تفریح طبع کے لئے ہوتا ہے اور جس میں کئی غیر شرعی امور پائے جاتے ہیں امام غزالیؒ اسے جائز نہ سمجھتے تھے[21]۔ البتہ ایک حد تک وہ اس کے قائل تھے کہ خوشی و سرور کے مواقع پر مرد حضرات کا تھوڑا بہت رقص کے مشابہ کھیل جائز ہے۔ اس کے حق میں وہ حبشیوں اور زنگیوں کے عید وغیرہ کے مواقع پر کیے جانے والے رقص کو بیان کرتے ہیں، جس کا مشاہدہ رسول کریم ﷺ نے خود کیا اور مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں ہونے والے اس کھیل کود کو حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ نے بھی آنحضور ﷺ کی معیت میں دیکھا جو ابھی کم سن تھیں[22]۔ ان مثالوں سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اہل تصوف کا وجد و حال بھی درست ہے۔ امام غزالیؒ دیگر صوفیاء کی طرح وجد کو صرف اکملین کے لیے ہی جائز اور مفید نہیں بتاتے بلکہ مبتدین کے لیے بھی سود مند قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وجد دو طرح کا ہے ایک وہ جو خود بخود اور غیر ارادی طور پر ہو جائے اور دوسرا وہ جو بتکلف کیا جائے۔ اس دوسری صورت کو تواجد (حال لینا) کہتے ہیں۔ اگر تواجد میں ریاکاری نہ ہو تو فائدہ مند ہے کیوں کہ اس سے بھی احوال شریف خود میں جذب کرنے میں مدد ملتی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "تلاوت کلام کے وقت جسے رونا نہ آئے، وہ رونے والی صورت ہی بنالے"[23]۔

بعض کاموں کو آغاز میں تکلف اور بناوٹ سے کیا جاتا ہے اور بعد میں وہ عادت ثانیہ بن جاتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی صوفیہ پر کیا جاتا ہے کہ انہیں قرآن سنتے سے وجد کیوں نہیں ہوتا۔ اس کے جواب میں امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ یقیناً قرآن سے بھی وجد ہوتا ہے، مگر اس کی تمام آیات عاشقوں کے حسب حال نہیں ہوتیں مگر جب اشعار راگ سے کہے جاتے ہیں جو کہ صوفیہ کی قلبی حالت سے مناسبت رکھتے ہیں تو انہیں فوراً وجد ہو جاتا ہے اور وہ بے خود ہو کر ناچنے لگتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقع ابو الحسن نوری کا ہے کہ وہ کسی دعوت میں جہاں علمی گفتگو ہو رہی تھی شریک تھے اور خاموشی سے سن رہے تھے۔ اچانک انہوں نے چند عاشقانہ شعر پڑھے تو ساری محفل پر وجد طاری ہو گیا اور کوئی ایسا نہ رہا جس نے کھڑے ہو کر رقص نہ کیا ہو[24]۔ امام غزالی نے سماع کے آداب خمسہ کے تحت صوفیوں کے رقص و تواجد کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے وہ اس رقص کی نہ صرف حمایت کرتے ہیں بلکہ

اس کے آداب بتاتے ہوئے ان کی بھی تائید کرتے ہیں۔ ان آداب میں وقت، جگہ اور جلیسوں کا ہونا، شیخ کا مجلس کے شرکاء کی حالت و کیفیت کا ادراک کرنا، قوال کے اشعار کو پوری توجہ وانہماک سے سننا، اگر ریاکاری نہ ہو تو کھڑے ہو کر رقص کرنا اور کھڑے ہونے میں لوگوں کی موافقت کرنا شامل میں[25]۔ امام غزالی عہد نبوی ﷺ کے چند واقعات سے رقص کے مباح ہونے کے حق میں دلیل دینے کے علاوہ عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اچھل کود اور رقص کا سبب خوشی ہوتی ہے لہٰذا اگر خوشی اور مسرت جائز اور محمود ہے تو رقص بھی جائز اور محمود ہے۔ اگر اس کا سبب ناجائز ہے تو رقص بھی مذموم ہے ۔البتہ اکابرین اور پیشواؤں کے لئے یہ عمل پسندیدہ نہیں کیونکہ اسے لہو ولعب سمجھا جاتا ہے۔ اگر اکابرین ایسا کریں گے تو وہ لوگوں کی نظروں سے گر جائیں گے۔ جہاں تک صوفیوں کے خرقہ پھاڑنے کا تعلق ہے تو اس کی اجازت نہیں مگر مضطرب اور مجبور کے لیے، کیوں کہ وہ بے بس ہوتا ہے اور خرقہ کے ٹکڑے اہالیان مجلس میں تقسیم کرنا بھی مباح ہے[26]۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ میں امام غزالی کا یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ گانا، ناچنا اور دف بجانا خوشی کے مواقع پر جائز ہے۔ یہ حکم تقریب عید پر قیاس کرنا چاہیئے۔ خوشی کے مواقع میں شادی اور دعوت ولیمہ کی تقریب اور عقیقہ، ختنہ اور سفر سے واپسی اور دیگر مسرت بخش تقاریب اور مواقع شامل ہیں، جن میں اظہار مسرت کرنا شرعاً جائز ہے چناں چہ اپنے بھائیوں سے ملاقات کرنا ان کو دیکھنا اور یک جا ہو کر کھانا کھانا اور خوش گفتاری کرنا جائز ہے اور انہی مواقع پر عموماً گانا وغیرہ ہوتا ہے[27]۔

ابن جوزی کا نظریہ

جن راسخ العقیدہ علماء نے صوفیاء کے وجد و حال کی مخالفت کی ان میں سر فہرست امام ابن جوزی ہیں۔ ان کی مشہور کتاب تلبیس ابلیس میں اس پر مستقل ابواب تحریر کے گئے ہیں اور ان اشغال کو شیطان کا بہکاوا بتایا گیا ہے[28]۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ لوگ راگ سنتے وقت تالیاں بجاتے، وجد کرتے، شور شرابا کرتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں۔ اسے وہ قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ سب کچھ ابلیس کا فریب ہے۔ وجد و حال کی اس ہیجانی کیفیت کو ثابت کرنے کے لیے جن احادیث وروایات کا سہارا لیا جاتا ہے وہ بے اصل ہیں اور جن لوگوں کے ایسے واقعات بیان کیے جاتے ہیں وہ اسلاف کے طریقے پر تھے اور صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس قسم کی حرکات کرتا ہو، جو شخص وجد کا مدعی ہے اور کپڑے پھاڑتا اور اس طرح کی دیگر حرکات کرتا ہے جس کی شریعت منکر ہے تو یقیناً اس کے ساتھ شیطان کھیلتا ہے۔ صحابہ کے قلوب بہت مصفّا تھے مگر ان کا وجد صرف یہ تھا کہ زاری و تضرع کے سوا کچھ نہ کرتے تھے۔ وہ خوف خدا سے متّصف تھے گرتے پڑتے نہیں تھے۔ انس بن مالک سے کہا گیا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو غش کھا کر گر پڑتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ خوارج کا طریقہ ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ " اہل تصوف راگ سنتے وقت طرب میں آجاتے ہیں اور تالیاں بجانے لگتے ہیں۔ اپنے رویے کے حق میں وہ کچھ بزرگوں کا عمل بھی بیان کرتے ہیں جو من گھڑت ہے۔ کیونکہ تالیاں بجانا برا فعل ہے جس سے مستی طاری ہوتی ہے اور انسان اعتدال سے ہٹ جاتا ہے۔ اہل عقل ایسی باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ یہ عمل تو قرآن کے نزدیک مشرکین کا تھا جو بیت اللہ کے نزدیک تالیاں بجاتے اور آہ وبکا کرتے تھے[29]۔ نیز ان کی مشابہت عورتوں سے بھی ہے، عقل مند آدمی ایسی باتوں سے پرہیز کرتا ہے جس سے وقار جاتا رہے اور مشرکین اور عورتوں سے مشابہت ہو جائے ابن جوزی کہتے ہیں کہ جب انہیں بہت زیادہ سرور ہوتا ہے تو رقص کرنے لگتے ہیں۔ اپنی اس حرکت پر وہ چند قرآنی آیات سے بھی استدلال کرتے ہیں جو رقص کے مباح ہونے کو قطعاً ثابت نہیں کرتیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا حضرت ایوبؑ سے فرمانا کہ: أُرْكُضْ بِرِجْلِكَ[30]" اے

ایوبؑ اپنا پاؤں زمین پر مارو" یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمانا کہ: فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ[31] "ہم نے کہا کہ (اے موسیٰؑ) اپنی لاٹھی پتھر پر مارو"

اس طرح اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ کچھ صحابہ نے خوشی سے حنجل کیا اور اپنے پاؤں زمین پر مارے، اس طرح حبشیوں کے رقص سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ باتیں صوفیوں کے وجد و رقص کے لیے دلیل نہیں بن سکتیں کیوں کہ اللہ کا یہ خطاب زمین سے پانی حاصل کرنے کے لیے ایک حکم تھا اور معجزے کی حیثیت رکھتا تھا کہ یہ رقص کرنے کا حکم تھا۔ اسی طرح کچھ صحابہ کا خوشی سے چند قدم مست ہو کر چلنا بھی رقص کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کجا چند قدم یوں چلنا اور کجا صوفیوں کا وجد و حال کہ عقل والوں کے طریقہ سے باہر نکل جاتے ہیں۔ باقی رہا حبشیوں کا رقص تو وہ محض بہادری و جانبازی کے کرتب اور جنگی چال کا مظاہرہ تھا، رقص یا ناچ کی کوئی شکل نہ تھی۔

اِبن جوزی نے ابن طاہر کا بھی رد کیا ہے جس نے رقص و غنا کے حق میں دلائل پیش کیے تھے ابن جوزی ان دلائل کو بہت کمزور، غیر متعلق اور بودا قرار دیتے ہیں اپنی رائے کے حق میں ابن جوزی نے مختلف بزرگوں کے اقوال کو بھی بطور سند نقل کیا ہے۔ ابن عقیل کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ان سے صوفیوں کے وجد کرنے اور کپڑے پھاڑنے کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ خطا ہے اور حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مال کے ضیاع سے منع فرمایا ہے ان سے کہا گیا کہ وہ ایسا کرتے وقت ہوش میں نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ اس سے قبل جب وہ ہوش میں تھے تو انہیں آنحضور ﷺ کا یہ فرمان پہنچ چکا تھا، لہذا انہیں ایسی مجالس میں نہیں جانا چاہیئے تھا اور نہ ان اشغال میں شریک ہونا چاہیئے تھا جہاں ایسی حالت طاری ہو سکتی ہے کہ عقل مند عقل وفہم سے بے گانہ ہو جائے یہ تو ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی نشہ آور چیز استعمال کرے اور ہوش سے بے گانہ ہو کر اپنا لباس چاک کر دے۔ ظاہر ہے ایسا شخص اس فعل سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے جانتے بوجھتے وہ کام کیا جس کا یہ نتیجہ ہو سکتا تھا۔ ابن جوزی کسی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ وہ بچپن میں قوالی کی ایک محفل میں شریک تھے وہاں ڈھول، باجا، دف اور گھنگرو بج رہے تھے اور صوفیاء کی ایک بہت بڑی جماعت وہاں موجود تھی۔ قوالی کے دوران ایک بزرگ اٹھ کر رقص کرنے لگے یہاں تک کہ ان کا عمامہ گر گیا۔ وہ اسی طرح کھلے سر ناچتے رہے۔ ایک اور موقع پر بھی انہی بزرگ کا یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک روز انہوں نے رقص کیا اور موزہ اتار ڈالا۔ پھر اپنا پیراہن بھی اتار پھینکا۔ لوگوں نے اسے ٹکڑے ٹکرے کر کے باہم تقسیم کر لیا۔ ابن جوزی کپڑے کے اس ضیاع پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی تبرک یا صدقہ نہیں کیونکہ پارہ شدہ کپڑے کی مالیت و قدر جاتی رہتی ہے۔ ایسا کرنا مال کو تلف کرنے کے مترادف ہے۔ شیطان اگر جاہل صوفیوں کو فریب زدہ کرے تو کوئی حیرت کی بات نہیں مگر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ان عالموں نے بھی ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ جیسے اکابرین کو چھوڑ کر صوفیاء کی بدعات اختیار کر لی ہیں۔

ابن تیمیہ کی رائے

رقص و غنا کے متعلق قدیم و جدید علمائے اسلام میں سے بہت سوں نے کلام کیا ہے اور بالعموم اس کی مذمت و تحریم بیان کی ہے۔ البتہ امام غزالی (جن کی رائے پہلے گزر چکی ہے) اور کچھ دیگر علماء و فضلاء جن کا میلان تصوف کی جانب بہت رہا ہے رقص کو اصولاً درست قرار دے کر صوفیوں کے وجد و حال اور اس کے متعلقات کی حمایت کرتے ہیں۔ جن قدیم علماء نے اس نوع کے رقص و سماع کا ابطال کیا ہے، ان میں سے ایک ابن تیمیہ بھی ہیں۔ تقی الدین ابن تیمیہ نے ان سوالات کے جواب میں رقص و

سرود کو حرام اور مذموم بتایا ہے جو اہل تصوف و طریقت کی ان مجالس کے بارے میں تھے جو ان سے کیے گئے تھے۔ امام ابن تیمیہ سے صوفیاء کی ان مجالس کی شرعی حیثیت کے بارے میں دریافت کیا گیا جہاں جلاجل کے ساتھ دفیں بجتی اور اس عہد کی معروف بانسریاں گونجتی تھیں اور مرد وزن حاضر ہوتے تھے۔ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ ایسے سماع و وجد سے معرفت الہیٰ حاصل ہوتی ہیں۔ ابن تیمیہ نے اس دعویٰ کو صریحاً باطل قرار دیا اور کہا کہ اس طرح ہر گز قرب الہیٰ اور اطاعت حق کے جذبات پروان نہیں چڑھتے بلکہ ایسے امور کے متعلق آئمۃ الدین اور آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہیں۔ امام ابن تیمیہ کے نزدیک یہ امور لہو لعب کے باعث انجام پاتے ہیں نہ کہ قرب الہیٰ کے باعث[32]۔

ابن تیمیہ صحیح بخاری کی اس حدیث کی روشنی میں آلات موسیقی کی حرمت کے قائل ہیں جس میں ان لوگوں کو عذاب الہی پہنچنے کا ذکر ہے جو سونا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال کر لیں گے[33]۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی بناپر فقہا آلات موسیقی کو تلف کر دینے کے قائل ہیں اور اگر ان کو توڑ پھوڑ دیا جائے تو کوئی ان کا ضامن اور جواب دہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ذی روح تصاویر کا تلف کرنا یا شراب کے ظروف اور سونے کے برتنوں کو توڑ دینا درست ہے۔ جس طرح موسیٰؑ نے مصنوعی بچھڑے کو تلف کیا تھا[34]۔

ابن تیمیہ صوفیوں کے ان مشاغل کو یوں بیان کرتے ہیں کہ دراصل ان کا حال یہ ہے کہ شیاطین ان پر نازل ہوتے ہیں اور انہیں کذب و فجور کی محبت پر اکساتے ہیں اور جب ان میں سے کوئی عقل و دین سے خارج ہو جاتا ہے تو شیطان کا اطاعت گزار اور رحمان کا نافرمان بن جاتا ہے۔ یہ بہکے ہوئے لوگ گدھوں جیسی عجیب و غیرب آوازیں نکالتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی سماع میں حاضر ہوتا ہے تو عورتوں سے میل جول رکھتے ہیں، انہیں ہم مجلس بناتے ہیں اور یوں رقص کرتے ہیں جیسے بندر ہوں اور نمازیوں ادا کرتے ہیں کہ رکوع و سجود میں پرندوں کی طرح ٹھونگیں مارتے ہیں اور انہیں سماع قرآن اور اتباع شریعت رحمان سے تنفّر ہے[35]۔ دوسرے فقہاء کی طرح ابن تیمیہ نے بھی قرآن سے رقص کی حرمت پر استدلال کیا ہے وہ سورۃ لقمان کی ایک آیت کا یہ ٹکڑا بطور دلیل بیان کرتے ہیں۔وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ[36] "اور اپنی چال میں نرمی واعتدال پیدا کر" اسی حوالے سے ایک اور آیت سے استدلال ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا[37]"رحمان کے بندے زمین پر نرم چال چلتے ہیں" یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں"مسلم بندے رکوع و سجود کرتے ہیں جب کہ دف بجانے اور رقص کرنے کا حکم (قربت الہیٰ کے لیے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں نہیں دیا۔ اور نہ آئمہ سلف میں کسی نے کہا[38] وہ کتب جن میں وجد و سماع کے حق میں دلائل یکجا کیے گئے ہیں ابن تیمیہ انہیں بھی جھٹلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ کتب تصوف میں ضعیف و موضوع روایات کی بھرمار ہے چنانچہ چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں فن تصوف پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ایسی روایات سے بہت کام لیا گیا ہے۔ انہوں نے امام غزالی کی کتاب "احیاء علوم الدین" اور "کیمیائے سعادت" کو بھی انہی کتابوں میں شامل کیا ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب "طبقات الشافعیہ" میں ایک مستقل فصل باندھی ہے جس میں امام غزالی کی اس طرح کی بیان کردہ حدیثوں کو یکجا کیا گیا ہے[39]۔

رقص کی شرعی حیثیت پر مزید آراء

رقص اہل اسلام کے نزدیک کبھی پسندیدہ عمل نہیں رہا۔ صدر اول میں جب مسلمانوں کی زندگی تکلفات سے پاک اور سادگی کا نمونہ تھی، رقص کا بحیثیت فن سراغ نہیں ملتا جہاں تک اسلام کے اولین مخاطب عربوں کا تعلق ہے تو ان کا اصل ذوق و شوق شعر تھا۔ موسیقی میں بھی وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر مہارت رکھتے تھے اور رقص میں تو انہیں سرے

سے مہارت حاصل نہ تھی۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں مختلف قوموں کے علوم وفنون پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بات مفصل بیان کی ہے اور اس میں واضح کیا ہے کہ عربوں میں خوشحالی کے ساتھ ہی رقص وغناء کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ فارس وروم کے گویے حجاز میں اکٹھے ہونے لگتے ہیں اور عرب ان کی سریلی آوازوں میں اپنے اشعار گوانا شروع کر دیتے جس کے بعد رقص وسرود باقائدہ ایک صنعت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں اور اس کے لیے خصوصی لباس اور آلات تیار ہونے لگتے ہیں"[40] عربوں میں موسیقی اور رقص کا فروغ دور ملوکیت سے ہوتا ہے یہ وہ عہد تھا جب دیگر اقوام بھی دائرہ اسلام میں بکثرت داخل ہو چکی تھیں اور ان کے امراء ورؤسا کی زندگیوں کے اثرات عرب امراء پر بھی پڑنے لگے تھے۔ یہی وہ دور ہے جس میں عرب بادشاہوں میں سے اکثر کے عہد حکومت میں موسیقاروں اور رقاصوں کی کثیر تعداد کا سراغ ملتا ہے[41]۔

اسلام کے تمام بڑے فقہاء ومجتہدین کی تعلیمات میں ایسے مشاغل کو پسند کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا اور یہ عمل بے فائدہ بلکہ شرعی لحاظ سے گناہ تصور ہوتا تھا۔ (اس کے بحث پیچھے گزر چکی ہے) البتہ جب تصوف وطریقیت نے راہ پائی تو اسی طبقہ کے ایک گروہ میں وجد وسماع کے نام پر موسیقی اور رقص بھی کسی نہ کسی شکل میں در آئے۔ اس وجد وسماع کو اہل تصوف کی یہ جماعت روحانی تسکین اور عشق الٰہی کی آگ بھڑکانے کا ذریعہ قرار دیتی تھی اور محض تفریح طبع کی خاطر یہ عمل ان کے ہاں بھی پسندیدہ نہ تھا۔ چناں چہ غیر صوفی علمائے قدیم نے اس کام کی شدید مخالفت کی اور اہل تصوف اور مائل بہ تصوف علماء نے چند کڑی شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی۔ جہاں تک عہد حاضر کے علماء کا تعلق ہے تو یہ صورت حال اب بھی ہے۔ تصوف پسند علماء وجد و سماع کو انہی شرائط کے ساتھ اہل تصوف کے لیے درست سمجھتے ہیں مگر دیگر علماء اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جدید علمائے اسلام میں ایک نمایاں نام پروفیسر یوسف قرضاوی کا بھی ہے۔ وہ رقص کو بطور فن اور پیشہ اختیار کرنے کے سخت مخالف ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ "اسی طرح اسلام رقص کے پیشے کا بھی قائل نہیں جو منفی جذبات کو ابھارتا ہے اور کسی ایسے عمل کا بھی قائل نہیں جو طبیعت میں جنسی ہیجان پیدا کرتا ہو، مثلاً فحش گانے، حیاء سوز اداکاری، اور اس نوع کے دوسرے بے ہودہ مشاغل، اگرچہ ایسی چیزوں کا نام لوگوں نے آرٹ رکھا ہے اور اسے ترقی سمجھتے ہیں لیکن لفظوں کا یہ استعمال انتہائی گمراہ کن ہے[42]۔ رقص مرد وزن سبھی کرتے ہیں اور اسی طرح زنانے اور خواجہ سرا بھی بصد شوق عورتیں بن کر ناچتے اور نسوانی رنگ ڈھنگ اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلامی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ کام بہت قابل اعتراض ہے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے۔

اس حوالے سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کہ: لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ ، وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ[43] "رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو" یہ حدیث جہاں مردوں کے عورتیں بن کر ناچنے کو حرام قرار دیتی ہے وہاں عورتوں کے مرد بن کر ناچنے پر بھی برھان قاطع ہے۔ ایسے ناچوں میں مرد عورتوں جیسا لباس اور میک اپ اختیار کر کے ناچتے ہیں اور بعض اوقات عورتیں مردوں کا رنگ ڈھنگ اپناتی ہیں نیز اس ضمن میں یہ حدیث بھی قابل توجہ ہے۔ اس ذیل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت ہے: "لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ"[44] "رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں" رقص اگرچہ چھوٹے بڑے، مرد وزن اور مخنثین، سبھی کرتے ہیں لیکن

مقبول ترین رقص عورتوں کا ہے جو دنیا کی تقریباً تمام اقوام میں ذوق و شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ اسٹیج ہو یا محفلیں، ثقافتی پروگرام ہوں یا فلمیں، ٹی وی ڈرامے ہوں یا اشتہارات، عورت کا ناچ رنگ ہر کہیں جلوہ فرما ہے۔ مغرب نے تو عورت کو ہر محفل، ہر مقام اور پروگرام کی زیب و زینت بنا رکھا ہے پھر انہیں اثرات کے تحت مشرقی ممالک اور مسلم معاشرہ میں بھی بالعموم یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اس پہلو سے اسلام کا موقف کیا ہے؟ اس حوالے سے مولانا حنیف ندوی کہتے ہیں: "اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ عورت جسے ماں بننا ہے، جسے بلند کردار اور پاکیزہ نگاہ افراد کو جنم دینا ہے اور جسے بہر حال گھر کی چار دیواری کی حد تک عفّاف، اخلاص، متانت، وقار اور انسانی شرف کے تقاضوں کو محفوظ و زندہ رکھنا ہے، سرعام ناچے اور جسم کے پیچ و خم کا اس طرح اظہار کرے کہ دیکھنے والا کلیجہ تھام کر رہ جائے"[45]۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں کہا گیا ہے کہ ایسا کھیل تماشا جس میں گندی اور جھوٹی باتیں ہوں اور عورتوں کے ممنوعہ اعضائے بدن کی نمائش ہو۔ اہل محفل باہم ٹھٹھہ مذاق کریں اور غیر مردوں کے سامنے خواتین ناچیں، جیسا کے بے عقل کرتے ہیں کہ دعوت ولیمہ میں عورتوں کو ناچ گانے کے لیے بلایا جاتا ہے، یہ ساری باتیں حرام ہیں۔ اس قسم کی دعوت ولیمہ میں شرکت حلال نہیں اور نہ ہی اس دعوت کو قبول کرنا مشروع ہے[46]۔

رقص جیسا کہ اس کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ میں واضح کیا گیا، ایک وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے۔ گویا جن حرکات و سکنات میں موزونیت پائی جائے وہ رقص ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں ہر قوم و ملت میں اس نوع کی تفریحات ہر طبقے اور ہر جنس میں پائی جاتی ہیں، بچے اور بڑے مختلف تہواروں میں خوشی سے جھومتے ہیں اور ایسی جسمانی حرکات کرتے ہیں جو رقص سے مشابہ ہوتی ہیں۔ ایسے رقص نہ تو عورتوں اور ہجڑوں کے رقص سے مشابہ ہوتے ہیں اور نہ ان میں کسی اور قسم کے بے حیائی پائی جاتی ہے۔ سو ان کا معاملہ دوسرا ہے اور انہیں ان رقصوں پر محمول کرنا جنہیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ممنوع سمجھا جاتا ہے، درست نہیں۔

اس قسم کے ناچ لوک رقص((Folk Dance بچوں کے بے ساختہ رقص، خوشی اور تہواروں مثلاً فصلوں کے کٹنے پر کیے جانے والے رقص، شجاعت و بہادری کے مظہر رقص وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان میں کیے جانے والے ناچ مثلاً خٹک ناچ، گدا، ہے جمالو وغیرہ اور کئی دوسرے رقص اسی نوعیت کے ہیں۔ خٹک پٹھانوں کا مشہور رقص ہے۔ اس میں مرد کھلی شلواروں اور واسکٹوں کے ساتھ ہاتھوں میں تلواریں لیے ناچتے ہیں۔ پنجاب میں عموماً فصل کی کٹائی پر ماہ اپریل میں بھنگڑے کا رواج رہا ہے۔ اسی طرح بلوچوں اور سندھیوں کے مردانگی اور شجاعت کے مظہر رقص بھی ہیں[47]۔ چنانچہ یہ اس قسم کے ناچ ہیں جن کی مسلم معاشرے میں ایک حد تک گنجائش موجود ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی عورتوں کے رقص کے خلاف بھرپور دلائل دینے کے بعد مذکورہ بالا نوعیت کے رقص کی کچھ استثنائی صورتوں کا بھی ذکر کرتے ہوئے ہر قسم کے رقص کو ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ مردانہ اور غیر فنی رقص جن کی حیثیت محض معصومانہ اچھل کود یا ورزش سے زیادہ نہ ہو اور وہ رقص جو وجد و کیف کی اضطراری کیفیت کا نتیجہ ہو سب کو اس حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے[48]۔

خلاصۂ بحث

ان تمام بیان کردہ تفصیلات کی روشنی میں رقص کی شرعی حیثیت کے حوالے سے جو اہم امور سامنے آتے ہیں ان میں سب سے پہلے تو یہ ہے کہ عورتوں کا رقص (خصوصاً مردوں کے سامنے) اور مخنثین کا رقص یا مردوں کا عورتیں بن کر ناچنا حرام ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ مردانہ اور غیر فنی رقص جن کی حیثیت محض ورزش اور اچھل کود کی ہے، مباح ہیں اسی طرح بعض

علاقائی اور مردانہ لوک رقص جو مخصوص مواقع پر اظہار مسرت کے لیے کئے جاتے ہیں یا شجاعت و بہادری کا مظہر ہوتے ہیں اور ان میں کسی نوع کی کوئی بے حیائی نہیں پائی جاتی مباح ہیں۔ اسی طرح چھوٹے بچوں کا خوشی سے ناچنا بھی قابل مذمت نہیں ۔اس بحث کا تیسرا اور آخری نکتہ ہے کہ وہ رقص جنہیں صوفیاء کا وجد و حال کہا جاتا ہے عہد حاضر کے بعض علماء کے نزدیک قابل اعتراض نہیں مگر یہ ایک نازک معاملہ ہونے کے باعث قابل ستائش نہیں۔ قدیم صوفیاء نے اس کے مباح ہونے پر جو کڑی شرائط عائد کیں تھیں وہ فی زمانہ ممکن بھی نہیں اس لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ رقص کی طرح اہم امور جن کو تصوف کا حصہ یا شرعی معاملہ، روح کی غذا یا اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے ان پر تحقیقی غور و فکر کرکے اور شرعی محاکمہ کے بعد نتیجہ تحقیق عوام الناس کے سامنے بیان کرنا تصوف کے نام پر معاصر مروجہ امور کی اصلاح کا تقاضا اور وقت کی اہم ضرورت بھی ہے جس کا نبھانا محققین کی اہم دینی ذمہ داری ہے۔

References

[1]Ibn-Manẕūr Muhammad Bin Mukarram, *Lisan-ul-`arab* (Bīrūt: Dar-o-Ihīā-il-Turāth-il-`arabī, 1414 AH),7:42.
[2]Zīn-ul-`ābidīn Mīrathī, *Baīān-ul-Lisān* (Karachi: Dār-ul-Ishā`at), 246.
[3]Muhammad Murtadhā Zubīdī, Tāj-ul-`urūs Min Jawāhir-il-Qāmūs (Kauaīt: Al-Majlis-ul-uāṭnī Li-il-Thaqāfat-e-Wal Funūn-e-Wal Aādāb, 2001 AD-1422 AH), 2: 329.
[4]Muhammad Bin Ahmad Al-Haruī, *Tahḏīb-ul-Lughah* (Bīut: Dār-o-Ihīā-il-Turāth-il-`arabī, 2001), 8: 284.
[5]Urdū Lughat (Karachi: Urdū Lughat Board, 1990), 9: 647.
[6]Noor-ul-Hassan Nauūar, *Nūr-ul-Lughāt* (Islamabad: National Book Foundation, 2004),2: 455-456.
[7]S.W. Fallon, English Urdu Dictionary (Lahore, Urdu Science Board, 2003), 242
[8]Urdū Lughat, 9:674.
[9]Dr. `ābd-ul- ūahīd etc. Urdu Encyclopedia (Lahore: Fīrūz Sons Ltd. 1962), 804.
[10]Abū Hāmid Muhammad Bin Muhammad Ghazālī, Ihīā-o-`ulūm-il-Dīn, Al-Bāb-ul-Auūal Fī-il-Simā`-i-ūal Kashf, (Misr: Maktabah wa Matba`at-ul-Mashhad-ul-Husīnī), 2: 167.
[11]Muhammad Amīn Ibn-i-`ābidīn, Hāshīatu Radd-il-Muhtār `alā-al-Durr-il-Mukhtār (Bīut: Dār-ul-Fikr, 1979), 4:208.
[12]Luqmān, 31:18
[13]Khuram `alī, Ghaīat-ul-Autār-e-Sharh-u-Durr-il-Mukhtār, Kitāb-ul-Haẓr-e-Wal-Ibāha (Karachi: H.M. Sa`īd Company, 1408 AH), 222-223.
[14]Ibn-i-`ābidīn, Hāshīatu Radd-il-Muhtār `alā-al-Durr-il-Mukhtār, Kitāb-ul-Haẓr-e-Wal-Ibāha (Bīut: Dār-o-Ihīā-il-Turāth-il-`arabī, 1998)9: 423-424.
[15]Al-An`ām, 6: 68.
[16]Muslim Bin Hajjāj Al-Qushīrī, Al-Jāmi`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Aīmān, Bāb-o-Baīān-e-Kaun-il-Nahī-i-`anil Munkar-e- Min-al- Aīmān Wa Ann-al-Aīmāna īazīdu Wa īanqusu Wa Anna-aAmra Bil Ma`rūf-e- Wal Nahī-i-`anil Munkar-e- Wajibān (Turki, Dār-ul-Tabā`at-il-`āmirah, 1334 AH),1:50, Hadith No.49.
[17]Ibn-i-`ābidīn, Hāshīatu Radd-il-Muhtār `alā-al-Durr-il-Mukhtār, Kitāb-ul-Haẓr-e-Wal-Ibāha, 9: 463-464.
[18]Nafs-ul-Marja`
[19]Shaīkh Niẓām-ul-Dīn Burhān Purī etc. Al-Fatāuā Al-Hindīah (Bīut: Dār-o-Ihīā-il-Turāth-il-`arabī, 1846), 6: 103-109.

[20]Ghazālī, Ihīā-o-`ulūm-il-Dīn, *Kitāb-o-Aādāb-il-Simā`-i-ūal ūajd*, 2: 287-301.
[21]Study the Chapter related Aalāt-e-Mausīqī form the book Kīmīā-e-Sa`ādat of Ghazālī to study his opinion in this regard in detail.
[22]Muhammad Bin Ismā`īl Bukhārī, Al-Jāmi`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-`īdaī, Bāb-ul-Hirābe Wa-al-Darqe īaūm-al-`īd (Damishq: Dār-o-Ibn-e-Kathīr, Dār-ul-īamāmah, 1993 AD-1414 AH), 1: 323, Hadith No. 907.
[23]Muhammad Bin īazīd Ibn-Mājah, *Al-Sunan, Kitāb-ul-Zuhd, Bāb-ul-Huzn-e-Wal Bukā* (Bīūt:Dār-ul-Kutub-il-`ilmiīah, 1998),2: 1403, Hadith No.4196.
[24]Ghazālī, Ihīā-o-`ulūm-il-Dīn, *Al-Bāb-ul-Aūūal Fī-il-Simā`-i-ūal ūajd*, 2: 299.
[25]Ghazālī, Ihīā-o-`ulūm-il-Dīn, *Kitāb-o-Aādāb-il-Simā`-i-ūal ūajd*, 2: 30-306.
[26]Nafs-ul-Marja`
[27]`abd-ul-Rahmān Al-Juzaīrī, Kitāb-ul-Fiqh-e-`alā-al-maḏāhib-il-Arba`a, Kitāb-ul-Hazr-e-Wal-Ibāha (Bīūt: Dār-ul-Fikr, 1995), 2: 43.
[28]`abd-ul-Rahmān Bin `alī Al-Jauzī, Talbīs-o-Iblīs, Al-Bāb-ul-`āshir Fī Ja`lihī Fī-il-Sufīat-e-min Jumlat-il-ḏuhhade ḏikr-o- Talbīs-o-Iblīsa Fī-il-Wajd (Bīūt: Dār-ul-Fikr –e-Wa-al-Tabā`ah Wa-al-Nashr, 2001 AD-1421 AH), 223-247.
[29]Al-Anfāl, 8: 35
[30]Sād, 38: 46
[31]Al-Baqarah 2: 60
[32]Shaīkh-ul-Islam Ahmad Ibn-e-Tīmīīah, Majmū`-ul-Fatāūā, Masalah Fī-il-Faqr-e-Wal Tasaūūuf (Al-Qāhirah: Maktabah Ibn-e-Tīmīīah), 11: 531-535.
[33]Bukhārī, Al-Jāmi`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Ashribah, Bāb-Mā Jāa Fī Man īastahill-ul-Khamra Wa īusamīīhi Bighaīr-e-Ismihi, 5: 2123, Hadith No. 5268.
[34]Ibn-e-Tīmīīah, *Majmū`-ul-Fatāūā*, 11: 535-536.
[35]Nafs-ul-Marja`
[36]Luqmān 31: 19
[37]Al-Furqān 25: 63
[38]Ibn-e-Tīmīīah, Majmū`-ul-Fatāūā, 11: 599.
[39]Muhammad īūsuf Kaukab *`umrī, Imām Ibn-e-Tīmīīah* (Lahore, Maktabah Rahmānīīah, 1982), 575
[40]`abd-ul-Rahmān Ibn-e-Khuldūn, *Al-Muqaddamah, Fī Sana`at-il-Ghinā`**e*** (Bīūt: Muassah Jamāl Li Tabā`at-e- wal Nashr), 353-357.
[41]Nafs-ul-Marja`
[42]īūsuf Qadhaūī, *Al-Halāl o Wal Harām Fī-il-Islam*, Al-Raqs-o-Wal Funūn-ul-Jinsiīīah (Bīūt: Al-Maktab-ul-Islāmi Li Tabā`at-e-wal Nashr, 1969), 131.
[43]Bukhārī, Al-Jāmi`-ul-Sahīh, Kitāb-ul-Libās, Bāb o Ikhrāj-il-Mutashabbihina Bil Nisāe Min-al-Baīt, 5: 2207, Hadith No. 5547.
[44]Abū Dāwū Sulīmān Bin Ash`ath Al-Sajistānī, Al-Sunan, Kitāb-ul-Libās, Bāb Fī Libās-il-Nisāe (Bīūt: Al-Maktab-ul-`athrīīah, Saīdā), 4: 60, Hadith No. 4098.
[45]Muhammad Hanīf Naduī, Asāsīāt-e-Islām (Lahre: Idārah Thiqāfat-e-Islāmī, 1992), 146.
[46]`abd-ul-Rahmān Al-Juzaīrī, *Kitāb-ul-Fiqh-e-`alā-al-maḏāhib-il-Arba`a, Al-Juz'-ul-Thānī, Masāil-il-Ghinā*, 2: 41-43.
[47]Saīīad Qāsim Mahmood, Shāhkār encyclopedia Pakistanica(Lahore, Al-Fīsal Nāshirān-e-Kutub, 2004), 796.
[48]Muhammad Hanīf Naduī, *Asāsīāt-e-Islām*, 148.